تعلیمی خاموشی

ترقی یافتہ ممالک میں ایک قدر مشترک ہے۔ان تمام نے مشکل اوقات میں مشکل ترین فیصلے کیے ۔ مغربی ممالک بغیر وجہ کے دنیا کے مالک نہیں بن گئے بلکہ اسکے پیچھے دوڈھائی سو سال کی شدید ریاضت ہے جس میں اپنی متعین کردہ راہ پر انتہائی خاموشی سے چلتے رہے۔اپنے عوام پر علم، تحقیق اور معیاری صحت کے دروازے کھولتے گئے۔اسکے برعکس برصغیر کے حکمران ادنیٰ ترین مشغلوں میں اپنا اور اپنی رعایا کا وقت برباد کرتے رہے۔ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔لکھنا نہیں چاہتا۔مگر لکھے بغیر گزارا بھی نہیں۔کیا برصغیر کے بادشاہ، سلاطین اور صوبے دار صرف اور صرف مقبرے اور محل بنانے کو ترقی سمجھتے تھے؟ یہ عمارتیں تو عوام کی دسترس سے دور تھیں۔

برصغیر کے کسی حکمران نے علم، تحقیق اور سائنس کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کیا۔انہیں تو جدید علوم سے نفرت تھی۔غیر متعصب تحقیق کو حکمران اور ہمارے دینی حلقوں کی اکثریت شک کی عینک سے دیکھتی تھی۔عینک بھی خیر غیر مسلموں یا کافروں کی ایجاد ہے۔1857ء تک تو ہر چیز صاف دیکھی جاسکتی تھی کہ حکمران کیا تھے اور کیا کر رہے تھے۔انگریزوں کی معمولی سی فوج سے جنگ آزادی میں ہارنا وہ زخم ہے جسکی تکلیف ہمیں آج بھی محسوس کرنی چاہیے۔لیکن یہاں کون ماضی سے سیکھتا ہے۔ہم لوگ تو ماضی کو بھی اپنے ذہن اور مذہبی عقائد کے حساب سے تراشتے ہیں۔نتیجہ وہی ہے جو قدرت کے ابدی اصولوں کے مطابق ہے۔مسلسل جہالت اور مسلسل اندھیرا۔ تاریخ کو پس پشت ڈال دیجیے۔اب بھی مسلم ممالک بالخصوص پاکستان علم کی دنیا میں نابینا شخص کی طرح ٹٹول ٹٹول کر ایک ہی دائرے میں سفر کر رہا ہے۔عوام تو خیر محض شناختی کارڈ کی حیثیت سے قطعاً بڑھ کر نہیں۔لہذا انکا ذکر کرنا صرف وقت برباد کرنا ہے ۔ انسانی ترقی کی رپورٹ (Human Development Report 2015) ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔یہ رپورٹ یو این ڈی پی (U.N.D.P) نے بعد از تحقیق شائع کی ہے۔اسکو لکھنے میں سب سے زیادہ کاوش، سلیم جہان کی ہے جو کہ ادارے کے ڈائریکٹر ہیں۔لہذا ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہود و ہنود کی لکھی ہوئی رپورٹ ہے جسکا مقصد ہمارے عظیم ملک کو مزید بدنام کرنا ہے ۔ تحقیق کی معاونت پندرہ محققین نے کی ہے جس میں ہر قومیت کے لوگ شامل ہیں۔اس میں ملکوں کے صدور سے لیکر نوبل انعام یافتہ لوگ تک شامل ہیں۔پوری رپورٹ کا احاطہ کرنا تو خیر ناممکن ہے۔رپورٹ میں ترقی کی منزلوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ایک، جب بھاپ سے چلنے والی نئی مشینیں بنائی گئیں۔دوسرا، اس وقت جب بجلی کو پیدا اور استعمال کرنے کی استطاعت حاصل کی گئی۔ لیکن تیسرا درجہ آج کی دنیا کا ہے جس میں Digital ترقی کی بنیاد رکھی گئی۔یہ درجہ اس وقت فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ہم کہاں ہیں۔بتانے کی ضرورت نہیں۔ابھی تو ہم پوری طرح ترقی کے دوسرے زینے پر بھی پیر نہیں رکھ سکے۔ہم بھاپ اور بجلی بنانے کے ابتدائی دور میں ہیں۔ایک اور بات عرض کرتا چلوں، شائد عقائد اور رویوں کے حوالے سے ہم بھاپ کے زمانے سے بھی سینکڑوں صدیاں پہلے زمانے میں سانس لے رہے ہیں۔اور اس پر ہمیں فخر ہے۔

انسانی ترقی کو سات شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس میں علم، صحت مند زندگی، تحفظ، انسانی حقوق، انصاف، معیار زندگی اور دیگر اہم معاملات شامل ہیں۔ہمارا عظیم ملک ان ساتوں شعبوں میں آخری صف میں شامل ہے۔ یہ بات قابل شرم تو ہے ہی، مگر یہ ایک نقارہ کی آواز بھی ہے تاکہ ہم اب بھی آنکھیں کھول لیں اور ترقی کے پہلے زینے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں۔مگر مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔اسکی وجہ بے حد سادہ سی ہے۔ہمارا بلکہ پیچھے رہ جانے والے تمام ممالک کا "نظام" ترقی کے حصول میں سب سے زیادہ رکاوٹ ہے۔تمام شعبے اہم ہیں بلکہ بہت اہم ہیں۔مگر طالبعلم کی نظر میں "معیاری تعلیم" ترقی کی اصل کنجی ہے۔اس رپورٹ کے مطابق کہاں کھڑے ہیں، اسکا جائزہ لینا اشد ضروری ہے۔تعلیم کے میدان میں آئس لینڈ اپنی اکانومی کا سات فیصد سے زیادہ حصہ خرچ کرتا ہے۔ڈنمارک اس میدان میں آٹھ فیصد سے بھی زیادہ خرچ کرتا ہے۔پاکستان تعلیم پر 2.5% سالانہ خرچ کرتا ہے۔زمبابوے ہم سے پیچھے ہے۔وہاں تعلیم ایک غیر ضروری کام ہے۔اسکے لئے معیشت کا صرف دو فیصد حصہ مختص ہے۔برما G.D.P کا ایک فیصد سے بھی کم تعلیم پر خرچ کرتا ہے۔بیس کروڑ آبادی کے ملک میں اگر پوری معیشت کا محض 2.5 فیصد حصہ تعلیم کیلئے مختص ہے تو آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ دراصل ہم کس راہ پر گامزن ہیں۔یہ صرف ایک دہائی کی بات نہیں۔پاکستان جب سے معرضِ وجود میں آیا ہے۔تعلیم ہمارے لئے کبھی بھی کسی اہمیت کی حامل نہیں رہی۔ہاں، نعرے، اعلانات اور اشتہارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان میں ہر تعلیمی درسگاہ، ہارورڈ، ایم آئی ٹی، ییل (Yale) اور کیمبرج سے آگے نکل چکی ہے ۔ مگر غیر معیاری پروپیگنڈے کی حدود سے باہر نکلیں تو جہالت کے دریا نہیں بلکہ سمندر نظر آتے ہیں۔مگر کوئی بات کرنے کیلئے تیار نہیں۔اگر ہم معیاری طور پر پڑھ گئے، تو حقوق، انصاف، صحت کی سہولتیں، شفافیت اور عدل کا تقاضا کرینگے۔ لہذا مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی ترقی پذیر ملک بشمول "پائندہ قوم" اتنا بڑا رسک نہیں لے گی۔پاکستان دنیا کے تمام ممالک کی فہرست میں تعلیمی میدان میں 147ویں نمبر پر ہے۔نیپال اور کینیا ہم سے اوپر ہیں۔

تعلیم کا نوحہ اپنی جگہ، مگر ایک اور اہم عنصر کی جانب توجہ مبذول کروانا چاہونگا۔ترقی یافتہ دنیا میں فیکٹریاں اور ملیں اب ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں جسکا ہمیں کوئی ادراک نہیں۔انہوں نے جدید ٹیکنالوجی اور تجربہ کی مدد سے کام کرنے کیلئے "روبوٹ" بنالئے ہیں۔یہ روبوٹ چوبیس گھنٹے کام کرتے ہیں اور بالکل نہیں تھکتے۔ایک ڈیڑھ ہفتے بعد انکو چیک کیا جاتا ہے۔اگر کوئی خرابی ہو تو اسے دور کر دیا جاتا ہے۔اور یہ دوبارہ کام کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔مزدوروں سے بہتر اور معیاری کام کرتے ہیں۔ان پر اخراجات بھی حیران کن حد تک کم ہیں۔ فیکٹری میں کام کرنے والا ایک روبوٹ "3 یورو" فی گھنٹہ سے بھی کم خرچ میں دستیاب ہے۔جدید دنیا کا یہ وہ بے زبان ہتھیار ہے جو اگلے دس سالوں میں دنیا کو تبدیل کر دیگا۔ہمارے جیسے ملکوں میں اسکا کسی قسم کا کوئی ادراک نہیں۔روبوٹ کے معیاری استعمال سے ترقی یافتہ ممالک ہم سے ہزاروں سال آگے نکل جائینگے بلکہ نکل چکے ہیں۔اور ہم قندیل بلوچ اور مفتی قوی کے اوپر بحث مباحثوں میں مصروف رہینگے۔ترجیحات کا تعین آپکے سامنے ہے۔

تعلیم کے میدان میں چند ملکوں نے مالی وسائل کی کمی کو انتہائی ذہین طریقے سے حل کیا ہے۔انہیں اندازہ ہے کہ انکے پاس اتنے پیسے نہیں کہ تعلیمی انقلاب برپا کر سکیں۔ مگر ان ذہین ملکوں نے عقل اور دانش کی بنیاد پر تعلیم کو بھرپور طریقے سے آگے بڑھانے کا عزم کیا ہے اور اس میں مکمل طور پر کامیاب ہیں۔سوڈان میں سب سے پہلے ہزاروں بچوں کی فہرست مرتب کی گئی جنہوں نے کبھی بھی کسی سکول میں داخلہ نہیں لیا۔ہر قصبہ میں ان بچوں کیلئے ایک بڑی سی خالی جگہ مختص کر دی گئی۔اسکے بعد "کمپیوٹر ٹیبلٹ" پر حساب پڑھانے کیلئے ایک ایسا سافٹ ویئر ترتیب دیا گیا جس میں کھیل کا عنصر زیادہ تھا۔ہر بچے کو اس جگہ پر چند گھنٹوں کیلئے بلایا جاتا ہے۔معمولی سے تعلیم یافتہ ٹیچر بچوں کو بتاتے ہیں کہ ٹیبلٹ پر کیسے کھیل کھیلتے ہیں۔اسی دوران میں وہ خود بخود حساب سیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔یہ تمام ٹیبلٹ شمسی توانائی سے چلتے ہیں اور انہیں بجلی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔صرف اس معمولی مگر غیر معمولی اقدام سے سوڈان میں حساب کے مضمون کو سیکھنے میں انقلاب برپا ہو چکا ہے۔گھانا اپنے خطے کا پسماندہ ترین ملک ہے۔اس میں ایک تعلیمی ماہر نے بہت دلچسپ تجربہ کیا۔اس نے گھر کو سکول اور سکول کو گھر میں تبدیل کر دیا۔یہ تبدیلی اتنی غیر معمولی تھی کہ ہر چیز تبدیل ہو گئی۔گھانا کے شمالی علاقوں میں پچاس مختلف قبائل کو منتخب کیا گیا۔پہلی جماعت کے اساتذہ اور بچوں کی ماؤں کو خاص تربیت دی گئی۔تربیت کی بنیاد تھی کہ "بچوں کو گھر جیسے ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کو ایک کھیل سا بنا دیا جائے۔اس پروگرام کا نام "زندہ دماغ (LivelyMinds) رکھا گیا۔ پہلی جماعت میں بچوں کے ساتھ انکی تربیت یافتہ ماؤں کو بھی ٹیچر بنا دیا گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے یہی سمجھتے رہے کہ کیونکہ مائیں ساتھ ہیں لہذا وہ گھر میں ہیں۔پھر نصاب کو اس طرح پڑھایا گیا کہ بچوں کو لگا کہ کھیل رہے ہیں۔تین سے پانچ برس کی عمر کے بچوں میں پڑھنے کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ وہ ایک سال کا کورس چند ہفتوں میں ختم کرنے لگے۔پروگرام کا ایک اور مثبت نتیجہ نکلا کہ اساتذہ اور ماؤں کا بچوں کے ساتھ رویہ بھی مکمل طور پر تبدیل ہو گیا۔اب یہ پروگرام پورے ملک میں پھیلایا جا رہا ہے۔بالکل اسی طرح پیرو (Peru) میں موبائل فون کو ایک ایسے ڈیٹا سے منسلک کر دیا گیا کہ سکول کی معمولی سے معمولی جزئیات بھی ہر ایک کی دسترس میں ہو گئیں۔اس پروگرام کا نام EduTracPeru رکھا گیا۔اس نے پیرو میں معیاری تعلیم کی مضبوط بنیاد رکھ دی ہے۔

ہمارے ملک میں مالی وسائل کی شدید کمی ہے۔جب شعبہ تعلیم کی بات آتی ہے تو اسے چند سکے دیکر مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔سرکاری اور نجی شعبے میں معیارِ تعلیم اس درجہ ادنیٰ ہے کہ کوئی بھی مستحکم علمی کام کرنا مشکل سے مشکل ترین ہو چکا ہے۔نجی تعلیمی شعبہ ایک مافیا کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اپنے اداروں کے طلباء اور طالبات کو امتحانات میں ہر حربہ استعمال کر کے آگے لانے کی کامیاب جدوجہد کی جاتی ہے۔اس میں چند ادارے تو باقاعدہ پیسے کا استعمال تک کر رہے ہیں۔میرا بنیادی نکتہ وہی ہے جسکا ذکر ابتدائی طور پر کیا تھا۔ معیاری تعلیم کی عدم موجودگی میں ہمارا ملک بالکل ایسے ہی رہیگا جیسے اب ہے۔اسکو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔جہالت کے اس سیلاب کو آپ دانش، تحقیق اور دلیل کے بند سے روک نہیں سکتے۔تعلیمی مافیا کو اگر ذرا سا بھی چھیڑینگے تو یہ آپ کی جان کے درپے ہو جائیگی۔ان حالات میں خاموش رہنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔پر خاموشی تو مکمل موت ہے!